احمد شاہ ابدالی

بلخ، بخارا، پنجاب اور خراسان کے آخری مہمات

(۱۷۶۸ - ۱۷۷۰)

بلخ اور بخارا کی مہم

بلخ اور بدخشاں کے باشندوں نے ایک عرصۂ دراز سے افغانستان کے سرحدی علاقے میں بدامنی پھیلا رکھی تھی۔ اس کے علاوہ کوئی واضح حد بندی نہ ہونے کی وجہ سے بخارا کے باشندوں سے بھی اکثر سرحدی تنازعات کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

احمد شاہ ابدالی پر ڈاکٹر ڈی گنڈا سنگھ ایم۔ اے پی ایچ ڈی نے ایک نہایت متوازن اور معلومات سے بھرپور کتاب تصنیف کی ہے جس کے مندرجات بڑی حد تک تعصب اور جانبداری سے مبرا ہیں۔ ذیل میں اس کتاب کے ایک باب کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۱۸۲ھ (۱۷۶۸ء) میں احمد شاہ نے شاہ ولی خاں کو چھ ہزار منتخب سواروں کی کمان دے کر اس علاقے میں امن بحال کرنے کے لیے بھیجا۔ افغان وزیر کی پیش قدمی کی خبر سن کر بخارا کا حاکم مراد بے اپنی فوج لے کر بلخ کے سرکش لوگوں کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔ شاہ ولی خاں نے مراد بے کی سرگرمیوں کی اطلاع احمد شاہ کو بھیجی جو فوراً ہی ایک بڑی فوج کے ساتھ ہرات کی جانب روانہ ہوا۔ وہاں سے اس نے شمال مشرق کا رخ کیا اور دریائے مرغاب جسے رود باو بھی کہتے ہیں عبور کر کے میمنیا، شبرغان اندھکوئی اور بلخ میں امن بحال کیا۔ اس کے بعد اس نے شاہ ولی خاں کو بدخشاں بھیجا اور خود شمال مغرب میں بخارا کی جانب بڑھا۔ دوسری جانب مراد بے مقابلے کے لیے تیار ہوا۔ اور دریائے

آمو کے مغربی کنارے پر موضع قرشی (کرکی) کے نزدیک جو اندھ کھوئی سے ۴۶ میل شمال کی جانب ہے خیمہ زن ہوا لیکن جلد ہی مصالحت کی بات چیت شروع ہو گئی جس میں یہ طے پایا کہ دریائے آمو دونوں ممالک کے درمیان حد فاصل رہے۔

مراد بے نے احمد شاہ کو آنحضرتؐ کا وہ خرقہ بھی پیش کر دیا جو حضرت اویس قرنیؓ اپنے ساتھ لائے تھے، اور جو اس وقت سے بخارا میں محفوظ چلا آتا تھا۔ احمد شاہ آنحضرتؐ کی اس مقدس یادگار کو نہایت احترام کے ساتھ اپنے دارالخلافہ قندھار میں لایا۔[1]

ہندوستان پر آخری حملہ

اوائل ۱۷۶۹ء میں شاہ نے پنجاب پر آخری دفعہ فوج کشی کی۔ وہ سندھ اور جہلم عبور کر کے چناب کے بائیں کنارے تک پہنچا اور گجرات کے ضلع میں کنجاہ سے دس میل کے فاصلے پر جوکالیاں میں خیمہ زن ہوا۔ اس وقت تک سکھ نہایت مضبوطی سے اپنے قدم پنجاب میں جما چکے تھے، اور انھیں بے دخل کرنا سخت مشکل تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ خود شاہ کے ہمراہیوں میں اندرونی خلفشار بڑھ گیا۔ اس لیے وہ جلد ہی افغانستان لوٹ گیا۔ واپسی میں پشاور اور کابل کے درمیان اس کے

۱۔ سراج التواریخ، ص ۲۷

خرقے کے تفصیلی بیان کے لیے اسی کتاب کا صفحہ ۲۷، ۲۸ ملاحظہ کیجیے۔

غبار اپنی کتاب 'احمد شاہ بابا' میں شاہ کے مراد بے کے پاس جانے کا کوئی تذکرہ نہیں کرتا۔ اس کا بیان ہے کہ یہ پورا قضیہ شاہ ولی خاں نے طے کیا تھا۔ بقول اس کے آنحضرتؐ کا مقدس خرقہ بھی ولی خاں ہی فیض آباد لایا تھا۔ لیکن ان بیانات کی تائید میں اس نے کوئی ہم عصر یا دوسری سند پیش نہیں کی۔ میرے خیال میں سراج التواریخ کا بیان زیادہ معتبر ہے۔ صاحب سراج التواریخ کا کہنا ہے کہ اس سے یہ قصہ اس کے مربی امیر حبیب اللہ خاں نے بیان کیا تھا۔ (صفحہ ۲۷)

لشکر کے اندرونی خلفشار نے باہمی تشدد کی شکل اختیار کرلی جس کے نتیجے میں خود لشکر میں لوٹ مار شروع ہوگئی اور شاہ کے کئی سردار اور متعدد سپاہی مارے گئے۔ بہت سے لشکر سے جدا ہو کر منتشر ہوگئے۔ کابل سے احمد شاہ قندھار آگیا۔[۱]

نصر اللہ مرزا کے خلاف مہم

اس کے بعد شاہ نے اپنی توجہ شاہ رخ کے بیٹے نصر اللہ مرزا کی جانب منعطف کی جو خراسان میں باغیانہ سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھا۔ پنجاب میں افغان سپہ سالاروں کی ہزیمت اور سکھوں کی بیخ کنی میں ناکامی سے دل برداشتہ ہو کر اس نے مشہد اور آس پاس کے ایرانی علاقے کو آزاد کرانے کی ٹھانی۔ لیکن اس کے پاس کوئی مضبوط سپاہ نہ تھی۔ ۱۱۸۱ھ (۶۷-۱۷۶۷ء - ۱۷۶۸ء) میں اس نے پنجاب میں کریم خاں زند کی مدد حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس کے بعد اس کی نظر کرُدوں پر پڑی اور ۱۱۸۲ھ (۱۷۶۸ء) میں وہ ان کے علاقے میں جا پہنچا۔ جہاں چناران کے مقام پر جعفر خاں، یوسف علی خاں اور نقد علی خاں نے چھ ہزار ایرانی سواروں کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور چند جواہرات جو نادر شاہ کی وفات پر ان کے ہاتھ لگے تھے اسے پیش کیے۔ کچھ اور اہم سردار مثلاً محمد حسین ظعفرانلو۔ رضا قلی خاں پسر محمد رضا خاں کھپکلو اور دولت خاں شادرلوبھی اس سے آملے۔ جب کچان کے حکمران اللہ وردی خاں نے جو محمد حسین کا بیٹا تھا اس کی حمایت کرنے میں تامل کیا تو اس نے اوّل الذکر کو قید کر دیا۔ اللہ وردی خاں کے مرتبے کے امیر کے ساتھ اس کا یہ ناروا سلوک دیکھ کر کرُدوں کا جوش و خروش سرد ہوگیا اور انھوں نے اپنے وطن لوٹنے کا ارادہ کیا۔ اسی دوران میں احمد شاہ کے ہرات پہنچنے کی خبر ملی۔ یہ سن کر نصر اللہ مرزا نے کچان کے سردار کو رہا کر دیا اور اپنے اتحادیوں سے جملہ اختلافات

۱۔ علی الدین، عبرت نامہ، ص ۲۸۲

۲۔ عمدۃ التواریخ، جلد اوّل، ص ۱۲۵

طے کر لیے۔[۱]

اندھے شاہ رخ کے احسان فراموش بیٹے کے باغیانہ ارادوں کی اطلاع پا کر احمد شاہ ۱۱۸۳ھ (۷۰-۱۷۶۹ء) میں ہرات سے ہوتا ہوا خراسان پہنچا اور تربت شیخ جام اور لنگر پر قبضہ کر لیا۔ نصر اللہ مرزا اپنی تمام فوج لے کر بسرعت مشہد پہنچا اور شاہ رخ کے مشورے سے اپنے چھوٹے بھائی نادر مرزا کو کریم خاں زند سے امداد حاصل کرنے کے لیے روانہ کیا۔ نادر مرزا راستے میں تباس کے حاکم علی مردان خاں سے بھی ملا جس نے باغیوں کو ہر ممکن مدد دینے کا وعدہ کیا اور شاہ کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک فوج بھی منظم کی۔

اسی اثنا میں شاہ مشہد کے سامنے آ پہنچا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ نصر اللہ مرزا نے شہر پناہ کے دروازے بند کرا لیے اور دفاعی انتظامات کو مستحکم کرنے میں مصروف ہو گیا۔ کبھی کبھار پانچ سو یا ہزار آدمیوں کا دستہ شہر سے برآمد ہوتا اور محاصرہ کرنے والوں پر دور ہی سے بندوق کی گولیاں برسا کر پھر اندر بھاگ جاتا۔ ابن محمد امین کا بیان ہے کہ ایک ایسے ہی حملے میں آٹھ سو افغان مارے گئے۔[۲]

ابھی مشہد کا محاصرہ جاری تھا کہ علی مردان خاں اور نادر مرزا کے تباس سے کمک لے کر آنے کی خبر ملی۔ احمد شاہ نے رسول خاں قولر آقاسی کو چار ہزار سپاہی دے کر ان سے مقابلے کے لیے بھیجا لیکن ایرانیوں نے اسے رکن آباد کے قریب شکست دے کر ۱۵۰ افغانوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اس کے بعد شاہ نے اپنے نامور جرنیل جہان خاں اور بلوچ جنگ جو میر نصیر خاں کو بالترتیب آٹھ ہزار سوار اور چھ ہزار پیادہ فوج دے کر بھیجا۔ جب وہ

۱۔ مجمل التواریخ، ص ۱۳۸، ۱۴۰

۲۔ احمد شاہ بابا، ص ۲۹۲، ۲۹۳

سلطان آباد پہنچے تو مقامی سردار عبدالعلی خاں ایک اور قلعے میں منتقل ہو گیا جہاں رات کو نادر مرزا اور مردان علی خاں بھی اس سے آملے۔ اگلے دن علی مردان خاں افغانوں پر حملہ آور ہوا لیکن ان کی بندوقوں کی زد میں آتے ہی گولیوں کی باڑھ سے مارا گیا۔ اس کی موت سے ایرانیوں کے دل ٹوٹ گئے اور وہ بھاگ نکلے۔

نادر مرزا سلطان آباد چلا آیا جہاں میر نصیر خاں اور جہان خاں بھی اس کے تعاقب میں پہنچ گئے لیکن نادر مرزا ان سے بچ کر کسی صورت مشہد پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔[1]

احمد شاہ مشہد میں

امام رضا کے مزار کا احترام کرتے ہوئے افغانوں نے مشہد پر گولہ باری کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس لیے شاہ ولی خاں نے نصر اللہ مرزا اور شاہ رخ سے مصالحت کی گفتگو شروع کر دی اور اس کے کامیاب ہونے پر احمد شاہ شہر میں داخل ہوا اور دونوں باپ بیٹوں سے از سر نو دوستانہ تعلقات استوار کر لیے۔ شاہ رخ نے اپنی بیٹی گوہر شاد شہزادہ تیمور کے عقد میں دے دی اور شاہی لشکر کے لیے ایک ایرانی دستہ فراہم کرنے کا بھی وعدہ کیا۔ نصر اللہ مرزا اپنی جانب سے اظہار اطاعت کے طور پر ایک خوبصورت سفید گھوڑا قیمتی پندرہ ہزار جس کا نام غریب تھا شاہ کو پیش کیا۔ اس تحفے سے خوش ہو کر شاہ نے اسے فرزند خاں کا خطاب عطا کیا۔ چونکہ احمد شاہ کا ارادہ خراسان پر براہ راست تسلط قائم کرنے کا نہیں تھا اس لیے اس نے شاہ رخ کو بدستور وہاں کا حاکم رہنے دیا۔

آئندہ کے لیے اپنی راست روی کا یقین دلانے کے لیے شاہ رخ نے اپنا ایک بیٹا یزدان بخش بطور یرغمال شاہ کے حوالے کر دیا۔ یہ احمد شاہ کی آخری فوجی مہم تھی جس کے بعد وہ ۸ رصفر ۱۱۸۴ھ (۹ رجون ۱۷۷۰ء) کو قندھار لوٹ گیا۔[2]

۱۔ مجمل التواریخ، ص ۱۴۰، ۱۴۲ (۲) مجمل التواریخ ص ۱۴۳، ۱۴۶۔ الفنسٹن، کابل، ص ۲۹۷، ۲۹۸۔ احمد شاہ بابا ص ۲۹۳، ۲۹۶